حدیث سفینہ رضی اللہ عنہ

اصولِ محدثین کی روشنی میں منصفانہ تجزیہ

حافظ محمد بلال (دار التخصص والتحقیق، سرگودھا)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدت خلافت تیس سال بیان فرمائی ہے۔ دلیل یہ ہے:

قَالَ الإِمَامُ التِّرْمِذِيُّ (٢٢٢٦) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَشْرَجُ بْنُ نُبَاتَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُمْهَانَ، قَالَ حَدَّثَنِي سَفِينَةُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الخِلَافَةُ فِي أُمَّتِي ثَلَاثُونَ سَنَةً، ثُمَّ مُلْكٌ بَعْدَ ذٰلِكَ ثُمَّ قَالَ لِي سَفِينَةُ أَمْسِكْ خِلَافَةَ أَبِي بَكْرٍ، وَخِلَافَةَ عُمَرَ، وَخِلَافَةَ عُثْمَانَ، ثُمَّ قَالَ لِي أَمْسِكْ خِلَافَةَ عَلِيٍّ قَالَ فَوَجَدْنَاهَا ثَلَاثِينَ سَنَةً، قَالَ سَعِيدٌ فَقُلْتُ لَهُ إِنَّ بَنِي أُمَيَّةَ يَزْعُمُونَ أَنَّ الخِلَافَةَ فِيهِمْ؟ قَالَ كَذَبُوا بَنُو الزَّرْقَاءِ بَلْ هُمْ مُلُوكٌ مِنْ شَرِّ الْمُلُوكِ.

"سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں تیس سال خلافت ہوگی پھر اس کے بعد بادشاہت ہوگی۔ (سعید بن جمہان) کہتے ہیں کہ پھر مجھے سفینہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کی خلافت شمار کریں۔ (حشرج بن نباتہ) نے کہا: ہم نے خلافت کو تیس سال ہی پایا۔ سعید بن جمہان کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ سے کہا: بنوامیہ (بنو مروان) کہتے ہیں کہ خلافت ان میں ہے، تو انہوں نے کہا: بنوزرقاء نے غلط کہا ہے، بل کہ وہ بدترین بادشاہوں میں سے ہیں۔"

اس کی سند حسن ہے۔ اس کے راوی حشرج بن نباتہ منفرد نہیں بلکہ حماد بن سلمہ (مسند

احمد:۲۱۹۱۹)، عبدالوارث (ابوداود:۴۶۴۶) اور العوام بن حوشب (ابوداود:۴۶۴۷) نے بھی ان کی متابعت کر رکھی ہے۔

ناصر السنہ، علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو جن علما نے قوی قرار دیا ہے، ان کے نام یہ ہیں:

① امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (م:۲۴۱ھ)

② امام ترمذی رحمہ اللہ (م:۲۷۹ھ)

③ امام ابن حبان رحمہ اللہ (م:۳۵۴ھ)

④ امام حاکم رحمہ اللہ (م:۴۰۵ھ)

⑤ امام ابن ابی عاصم رحمہ اللہ (م:۲۸۷ھ)

⑥ امام طبری رحمہ اللہ (م:۳۱۰ھ)

⑦ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (م:۷۲۸ھ)

⑧ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (م:۷۴۸ھ)

⑨ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (م:۸۵۲ھ)

(الصحيحة للألباني :1/824، ح : 459)

امام ابوعبداللہ عبیداللہ بن محمد المعروف ابن بطہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وجاء ت الآثار الصحاح بالسنة عن النبي صلى الله عليه وسلم فمن ذلك ما رواه سفينة ... عن سعيد بن جُهْمان عن سفينة قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : الخلافة بعدي ثلاثون سنة ثم يكون مُلْكاً قال أمسك، خلافة أبي بكر سنتين، وعمر عشراً، وعثمان اثنتي عشرة، وعليّ ستاً .

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث سے ثابت ہے، ان

میں سے ایک سعید بن جمہان عن سفینہ سے مروی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی پھر ملوکیت ہوگی راوی نے کہا شمار کریں، ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خلافت دو سال، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی دس سال، عثمان رضی اللہ عنہ کی بارہ سال، علی رضی اللہ عنہ کی چھ سال۔''

(الإبانة : 205/8، باب ذكر خلافة أمير المومنين علي بن أبی طالب رضي الله عنه)

دیگر ائمہ درجِ ذیل ہیں:

⑩ امام محمد بن حسین آجری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فهذا مذهبنا في علي بن أبي طالب رضي اللّٰه عنه أنّه الخليفة الرّابع كما قال النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم الْخلافة ثلاثون سنة .

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے ہمارا مذہب ہے کہ وہ چوتھے خلیفہ ہیں جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: خلافت تیس سال رہے گی۔''

(الشّريعة : 1760/4)

⑪ حافظ مغلطائی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قال الساجي : قد ذهب إليه أكثر أهل العلم والفضل .

''امام ساجی رحمہ اللہ نے فرمایا: اکثر اہل علم وفضل کا حدیث سفینہ ہی کے مطابق مذہب ہے۔''(إكمال تهذيب الكمال : 252/5)

⑫ علامہ ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ نے اس حدیث سے استدال کیا ہے۔

(أحكام القرآن : 152/4)

⑬ علامہ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فنص صلى الله عليه وسلم في آخر عمره على من يقتدى به من بعده، والخلفاء الراشدون الذين أمر بالاقتداء بهم هم أبو بكر

وعمر وعثمان وعلي، فإن في حديث سفينة عن النبي صلى الله عليه وسلم الخلافة بعدي ثلاثون سنة، ثم تكون ملكا، وقد صححه الإمام أحمد واحتج به على خلافة الأئمة الأربعة .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری عمر میں بالتنصیص فرمایا تھا کہ میرے بعد ابوبکر، عمر بن خطاب، عثمان اور علی کی اقتدا کی جائے گی، اس کی دلیل سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خلافت میرے بعد تیس سال رہے گی پھر (رحمت والی) ملوکیت ہوگی اس حدیث کو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے اور خلافائے اربعہ کی خلافت پر اسی حدیث سے حجت پکڑی ہے۔''

(جامع العلوم والحكم: 2/122، بشار)

متقدمین ائمہ کے مقابلے میں متاخرین کی تضعیف:

لیکن جناب سنابلی صاحب اس حدیث کو ''ضعیف'' قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

[اس حدیث کی صحت وضعف کی بابت اہل علم میں اختلاف ہے۔ بعض اہل علم نے اسے صحیح کہا ہے جبکہ بعض اہل علم نے اسے غیر صحیح قرار دیا ہے۔ شارح سنن ترمذی علامہ القاضی ابوبکر ابن العربی (المتوفی: ۵۴۳) رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وهذا حديث لا يصح. ''اور یہ حدیث (حدیث سفینہ) صحیح نہیں ہے۔''

(العواصم من القواصم ط الاوقاف السعودیہ ص: ۲۰۱)

علامہ ابن خلدون الاشبیلی رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۰۸) فرماتے ہیں:

ولا ينظر في ذلك إلى حديث الخلافة بعدي ثلاثون سنة فانه لم يصح، والحق أن معاويه في عداد الخلفاء .

''اور اس سلسلہ میں وہ حدیث نہیں دیکھی جائے گی جس میں آیا ہے کہ خلافت

میرے بعد تیس سال رہے گی، کیونکہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے، اور حق بات یہ ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کا شمار بھی خلفاء میں سے ہو گا۔" [تاریخ ابن خلدون ۶۵۰/۲]

علامہ محبّ الدین الخطیب رحمہ اللہ (المتوفی ۱۳۸۹) نے بھی العوصم کی تعلیق میں اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (حاشیہ (۴) العواصم من القاصم ط الاوقاف السعودیۃ ص:۲۰۱)۔]۔"

لفظ "بعض" سے کسی کو مغالطہ نہیں لگنا چاہیے:

موصوف کے قول "بعض اہل علم نے اسے صحیح کہا ہے" سے مغالطہ نہیں کھانا چاہیے کہ ہوسکتا ہے صحیح کہنے والے بھی دو، تین اہل علم ہوں گے اور وہ بھی علامہ ابن العربی، مؤرخ ابن خلدون اور محبّ الدین الخطیب رحمۃ اللہ علیہم کے مرتبہ کے ہوں گے، لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے،

کیا مذکور اہل فن جہابذہ محدثین ان مذکورہ تین اہل علم کے مقابلے میں "بعض" ہیں؟ کیا مؤرخ ابن خلدون وابن العربی اور محبّ الدین خطیب مذکورہ ماہر علل، جہابذہ محدثین امام احمد بن حنبل اور امام ابن حبان وغیرہما کے مرتبہ کے ہیں؟

یقیناً فن حدیث سے ادنیٰ تمسک رکھنے والے ہر منصف مزاج شخص کا جواب نفی میں ہو گا۔ لہٰذا ان تین اہل علم کی "تضعیف" کو مذکورہ کبار ائمہ فن کی "تصحیح" کے مقابلے میں راجح قرار دینا قطعا نادرست ہے۔

موصوف کا اپنا فیصلہ

خود لکھتے ہیں:

"اگر ہم حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ کا موقف مان بھی لیں (جو قطعا ثابت نہیں) تو

بھی یہ موقف امام العلل امام بخاری، امام بیہقی، امام ابن کثیر رحمہ اللہ کے موقف کے خلاف ہونے کے سبب مردود ہے۔"

(یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ، ص:۱۳۴)

اگر تین کے مقابلے میں ایک کا موقف مردود ہے تو مذکورہ جمہور ائمہ فن کے مقابلے میں تین کا موقف کیوں مردود نہیں؟ تناسب تو وہی ہے۔

حدیث کی "تضعیف" علمی رسوخ کے منافی اور سعید بن جمہان پر جرح کا جواب

عصر حاضر کے عظیم محدث، علامہ البانی رحمہ اللہ حدیث سفینہ اور سعید بن جمہان کا دفاع کرتے ہوئے میں فرماتے ہیں:

لقد أفضت في بيان صحة هذا الحديث على النهج العلمي الصحيح وذكر من صححه من أهل العلم العارفين به، لأني رأيت بعض المتأخرين ممن ليس له قدم راسخة فيه ذهب إلى تضعيفه، منهم ابن خلدون المؤرخ الشهير، فقال في تاريخه (۲/٤٥٨) طبع فاس بتعليق شكيب أرسلان) ما نصه: وقد كان ينبغي أن نلحق دولة معاوية وأخباره بدول الخلفاء وأخبارهم، فهو تاليهم في الفضل والعدالة والصحبة، ولا ينظر في ذلك إلى حديث (الخلافة ثلاثون سنة) فإنه لم يصح، والحقيقة أن معاوية في عداد الخلفاء وتبعه على ذلك العلامة أبو بكر بن العربي، فقال في العواصم من القواصم (ص ۲۰۱): وهذا حديث لا يصح! هكذا أطلق الكلام في تضعيفه، دون أن يذكر علته، وليس ذلك من الأسلوب العلمي في

شيء، لاسيما وقد صححه من عرفت من أهل العلم قبله ولقد حاول صديقنا الأستاذ محب الدين الخطيب أن يتدارك الأمر ببيان العلة فجاء بشيء لو كان كما ذكره، لوافقناه على التضعيف المذكور، فقال في تعليقه عليه لأن راويه عن سفينة سعيد بن جمهان (الأصل جهمان) وقد اختلفوا فيه، قال بعضهم لا بأس به ووثقه بعضهم، وقال فيه الإمام أبو حاتم شيخ لا يحتج به .... قلت فقد أعله بثلاث علل، فنحن نجيب عنها بما يكشف لك الحقيقة إن شاء الله تعالى، الأولى : الاختلاف في سعيد بن جمهان والجواب أنه ليس كل اختلاف في الراوى يضر، بل لابد من النظر والترجيح، وقد ذكرنا فيما تقدم أسماء بعض الأئمة الذين وثقوه وهم أحمد وابن معين وأبو داود، ويضاف إليهم هنا ابن حبان فإنه ذكره في الثقات والنسائي فإنه هو الذي قال ليس به بأس وعارض هؤلاء قول البخاري في حديثه عجائب وقول الساجي لا يتابع على حديثه قلت : هذا جرح مبهم غير مفسر، فلا يصح الأخذ به في مقابلة توثيق من وثقه كما هو مقرر في المصطلح، زد على ذلك أن الموثقين جمع، ويزداد عددهم إذا ضم إليهم من صحح حديثه، باعتبار أن التصحيح يستلزم التوثيق .

''میں نے صحیح علمی منہج پر اس حدیث کی صحت کو ثابت کر دیا ہے اور جن ائمہ فن نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے ان کا ذکر کیا ہے۔ اس کے برخلاف میں نے بعض متاخرین کو دیکھا ہے، جنہیں فن حدیث میں مہارت نہیں ہے، انہوں نے

اسے ضعیف کہا ہے۔ ان میں سے مشہور مؤرخ ابن خلدون ہیں، انہوں نے اپنی تاریخ (۲/ ۴۵۸) میں لکھا ''اور جائز ہے کہ ہم سیدنا معاویہ کے دور حکومت اور ان کے واقعات کو خلفائے راشدین کے دور خلافت اور ان کے واقعات سے ملائیں، کیوں کہ وہ فضیلت، عدالت اور صحابی ہونے میں ان سے ملحق ہیں اس سلسلہ میں یہ حدیث (خلافت تیس سال رہے گی) نہیں دیکھی جائے گی کیوں کہ یہ صحیح نہیں ہے، حقیقت میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا شمار خلفا میں ہوگا، اور اسی طرح ابن العربی نے العواصم من القواصم (ص ۲۰۱) میں کہا کہ ''یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔'' انہوں نے مطلق تضعیف کی ہے اور اس کی علت بیان نہیں کی۔ یہ (کسی حدیث کو ضعیف قرار دینے کے لیے) کوئی علمی اسلوب نہیں ہے۔ خصوصا جب اہل علم اس سے پہلے اس حدیث کو صحیح قرار دے چکے ہیں جیسا کہ آپ کے علم میں ہے۔ ہمارے دوست استاذ محبّ الدین الخطیب نے علت بیان کر کے معاملے کی تلافی کی کوشش کی ہے اگر ان کی بیان کردہ علل صحیح ہوئیں تو ہم اس حدیث کی تضعیف میں ان کی موافقت کریں گے، انہوں نے اس کی تعلیق میں کہا کہ اس حدیث کے راوی سعید بن جمہان کے بارے میں محدثین کا اختلاف ہے، بعض نے کہا کہ ان میں کوئی حرج نہیں، بعض نے ان کی توثیق کی ہے، امام ابو حاتم نے کہا: یہ شیخ ہے اس سے حجت نہیں پکڑی جائے گی... استاذ محبّ الدین الخطیب نے اس حدیث میں تین علتیں بیان کی ہیں، ہم ان کا جواب دیتے ہیں جس سے ان شاء اللہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی۔ پہلی وجہ: سعید بن جمہان کا اختلاف، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہر اختلاف راوی کو مضر نہیں ہوتا، بل کہ ترجیح کے قرائن بھی ہوتے ہیں، ہم پہلے

ذکر کر چکے ہیں کہ بعض ائمہ نے ان کی توثیق کی ہے، ان میں سے امام احمد بن حنبل، امام یحییٰ بن معین اور امام ابوداود ہیں اور ان کے ساتھ امام ابن حبان کو بھی ملا لیا جائے، انہوں نے اس کو اپنی کتاب ''الثقات'' میں ذکر کیا ہے اور امام نسائی کو بھی انہوں نے کہا کہ اس راوی کے ساتھ احتجاج کرنے میں کوئی حرج نہیں، ان تمام ائمہ کی توثیق امام بخاری کے قول ''فی حدیثہ عجائب'' اور امام ساجی کے قول ''لا یتابع علی حدیثہ'' کے مخالف ہے۔ میں (البانی) کہتا ہوں کہ یہ جرح مبہم وغیر مفسر ہے ایسی جرح توثیق کے مقابلے میں مردود ہوتی ہے، جیسا کہ اصول حدیث میں یہ طے شدہ قاعدہ ہے، کیوں کہ توثیق کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہے، موثقین کی تعداد اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے جب ان کے ساتھ ان محدثین کو بھی ملا لیا جائے، جنہوں نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، کیوں کہ کسی حدیث تصحیح اس کے رواۃ کی توثیق ہوتی ہے۔''

(الصّحیحة :824/1)

اعتراضات کا جائزہ

اعتراض نمبر ①:

سعید بن جمہان عن سفینہ پر کلام کی حقیقت

جناب لکھتے ہیں:

''اس حدیث میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرحلہ خلافت کی تعین جو تیس سال کی مدت سے کی گی ہے یہ صحیح نہیں ہے۔''

حالانکہ کہ موصوف نے اس سے پہلے اس کی صحت پر البانی رحمہ اللہ سے موافقت کی تھی۔

(یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ، ص:۲۵۲)

لیکن اب لکھتے ہیں:

''سعید بن جمہان کی خاص سفینہ سے روایات پر محدثین نے خاص کلام کیا ہے۔امام ابوداود رحمہ اللہ (المتوفی ۲۷۵ھ) نے کہا:

هو ثقة إن شاء اللّٰه وقوم يقعون فيه (وقوم يضعفونه) إنما يخاف ممن هو فوقه وسمى رجلا يعني سفينة .

وہ سعید بن جمہان ان شاء اللہ ثقہ ہے اور بعض لوگ اسے ضعیف قرار دیتے ہیں انہیں اس سے اوپر کے طریق میں یعنی سفینہ والے طریق میں خوف ہے [سوالات ابی عبید الآجری ابا داود، ت الازہری،ص : ۲۱۸، تہذیب الکمال للمزي:۱۰/ ۳۷۷وما بین قوسین عندہ]

امام ابوداود رحمہ اللہ نے سفینہ والے طریق میں سعید بن جمہان کی تضعیف کی تردید نہیں کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوداود رحمہ اللہ بھی ان محدثین سے متفق ہیں جو سفینہ کے طریق میں سعید بن جمہان کو ضعیف مانتے ہیں۔''

نیز لکھتے ہیں:

''امام ابوداود رحمہ اللہ خود ایک ناقد امام ہیں اور وہ سعید بن جمہان کی تضعیف کرنے والوں کی مراد یہ بتلا رہے ہیں کہ وہ سفینہ کے طریق میں سعید بن جمہان کی تضعیف کرتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوداود کی نظر میں جن ائمہ نے سعید بن جمہان کی تضعیف کی ہے انہوں نے سفینہ ہی کے طریق میں ان کی تضعیف کی ہے۔''

عرض ہے کہ جرح کئی وجوہ کی بنا پر باطل ہے:

① روایت کو ضعیف ثابت کرنے کے لیے بعض عبارت کا ترجمہ صحیح

نہیں کیا گیا جو کہ عربیت کے اصول کے خلاف ہے۔

صحیح ترجمہ یہ ہے "وہ (سعید بن جمہان) ان شاء اللہ ثقہ ہیں ایک قوم نے ان کی تضعیف کی ہے۔ خوف صرف (سعید) سے اوپر کے راوی سے ہے اور (امام ابوداود) نے ایک آدمی کا نام لیا یعنی سفینہ رضی اللہ عنہ کا۔"

② ابوعبید آجری مجہول ہے۔

موصوف نے اسے ثقہ ثابت کرنے کے لیے دو باتیں لکھیں ہیں:

① حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ابوعبید الآجری پر جرح سے نفی کی ہے۔

کوئی اس عبارت کو پڑھ کر یہ سمجھ سکتا ہے کہ کسی نے آجری پر جرح کی ہے لیکن حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ثقہ ثابت کرنے کے لیے جرح سے نفی کی، حالانکہ ایسی بات نہیں بل کہ حافظ ذہبی نے جرح سے اپنے علم کی نفی کرتے ہوئے فرمایا:

وما علمت أحدا لينه .

"آجری کی تلیین میرے علم میں نہیں۔"

(سیر أعلام النبلاء :11/377)

لہذا یہ کہنا کہ حافظ ذہبی نے جرح سے نفی کی ہے درست نہیں۔ پھر جرح سے لاعلمی توثیق نہیں ہوتی۔

جیسا کہ علامہ البانی رحمہ اللہ اسی طرح کی ایک صورت کے بارے فرماتے ہیں:

عدم الجرح لا يستلزم التوثيق .

"عدم جرح سے توثیق لازم نہیں آتی۔" (الضعيفة : 2/321)

② حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے آجری کو "حافظ" کہا ہے اور حافظ کا درجہ "ثقہ" سے بڑھ کر بتلایا ہے۔

عرض ہے کہ حافظ اگر عادل ہو تو پھر وہ "محتج بہ" ہوتا ہے۔

(مقدمة ابن الصلاح : 122)

آجری کی تو عدالت ہی معلوم نہیں تو وہ ثقہ کیسا؟

سوالات آجری کے محقق لکھتے ہیں:

لم أوفق في الحصول على عبارة صريحة في تعديل الآجري إذ لم يترجم له أحد فيما أعلم حتى يذكر ما يفيد ذلك إلا ما قاله الأئمة كالمزي والذهبي وابن حجر ... قالوا وأبو عبيد الآجري الحافظ، وهذه الكلمة وإن كانت لا تدل على توثيق عند أئمة هذا الشأن.

''مجھے آجری کی تعدیل میں صریح عبارت نہیں مل سکی، میرے مطابق کسی نے اس کے حالات ہی بیان نہیں کیے، جس سے اس کی تعدیل معلوم ہو سکے سوائے مزی، ذہبی، اور ابن حجر رحمہ اللہ کے انہوں سے اس کو حافظ کہا ہے اور لفظ ''حافظ'' محدثین ائمہ فن کے نزدیک توثیق پر دلالت نہیں کرتا۔''

(مقدمة سوالات أبي عبيد الآجري، ص: 41)

نیز شدید افسوس کرتے ہوتے لکھتے ہیں:

لم أتمكن من العثور على ترجمة هذا المؤلف.

''میں مؤلف کے حالات پر اطلاع نہ پا سکا۔'' (أيضا، ص: 38)

باقی رہی بات اقوال کو نقل کرنے کی تو حافظ ذہبی و دیگر اہل علم نے حافظ ابو عبدالرحمٰن سلمی صوفی، حافظ ازدی، حافظ دولابی اور حافظ ابن خراش رافضی وغیرہ جیسے ضعفاء کے اقوال کو بھی نقل کیا ہے۔ اس سے ان کا ثقہ ہونا لازم نہیں آتا، اگر حافظ ذہبی رحمہ اللہ کے نزدیک حافظ کا درجہ ثقہ سے اوپر ہے تو ان کو ضعیف کہنے کا کیا مطلب ہے؟

اگر اہل علم کا آجری کے اقوال اپنی کتب میں میں نقل کرنا اس کے عادل ہونے کی دلیل ہے تو پھر اہل علم نے ابن محرز کے اقوال بھی اپنی کتب میں نقل کیے ہیں یہ عادل کیوں

نہیں؟ یاد رہے کہ مجہول راوی عادل نہیں ہوتا۔

موصوف لکھتے ہیں:

"دوم یہ قول بھی ثابت نہیں، کیونکہ ابن محرز مجہول ہے۔

(مسنون رکعات تراویح، دلائل کی روشنی میں، ص: ۷۸)

جب ابن محرز کے مجہول ہونے کی وجہ سے امام ابن معین کا قول ثابت نہیں تو آجری کے مجہول ہونے کی وجہ سے امام ابوداود کا قول بھی ثابت نہیں۔

③ صحابی سے کس بات کا اندیشہ ہے؟ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ «« إنما يخاف ممن هو فوقه ... »» ابوعبید آجری مجہول کی غلطی ہے، جیسا کہ شیخ طارق بن عوض اللہ لکھتے ہیں:

وقع في تهذيب الكمال (١٠/٣٧٧) في ترجمة سعيد بن جهمان قال أبو عبيد الآجري، عن أبي داود ثقة وقال في موضع آخر هو ثقة إن شاء الله، وقوم يضعفونه، إنما يخاف ممن فوقه، وسمى رجلا يعني سفينة) انتهى كذا، وفيه نظر، فسفينة صحابي، لا يخاف من مثله، ولعل هذا تخليط من الآجري.

"تہذیب الکمال (۱۰/ ۳۷۷) سعید بن جمہان کے بارے میں ابوعبید آجری امام ابوداود سے روایت کرتے ہیں کہ یہ ثقہ ہے اور ایک مقام پر فرمایا وہ ان شاء اللہ ثقہ ہیں۔ ایک قوم ان کو ضعیف قرار دیتی ہے۔ خوف صرف ان سے اوپر کے راوی میں ہے اور (امام ابوداود) نے ایک آدمی کا نام لیا یعنی سفینہ رضی اللہ عنہ کا۔ یہ قول محل نظر ہے، کیوں کہ سفینہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں ان سے کوئی خوف نہیں ہوسکتا۔ یہ آجری (مجہول) کی تخلیط معلوم ہوتی ہے۔"

(تعليق المنتخب من العلل للخلال، ص: 218)

⑤ یہ غیر ثابت جرح جس کو مفسر ثابت کرنے کی کوشش کی گی ہے، سعید عن سفینہ طریق پر نہیں بل کہ صرف سعید بن جمہان پر ہے، لہٰذا ترجمہ غلط ہے۔ جب عبارت ہی سمجھ نہ آئے تو یقیناً مفہوم غلط ہی اخذ ہوگا۔

پھر یہ کہنا بھی درست نہیں کہ ''امام ابوداود رحمہ اللہ نے سفینہ والے طریق میں سعید بن جمہان کی تضعیف کی تردید نہیں کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوداود رحمہ اللہ بھی ان محدثین سے متفق ہیں جو سفینہ کے طریق میں سعید بن جمہان کو ضعیف مانتے ہیں''

عرض ہے کہ یہ عبارت کا صحیح ترجمہ نہ کرنے کا نتیجہ ہے۔

حافظ ذہبی ''لا یحتج'' کہنے میں امام ابوحاتم سے متفق ہیں؟

حافظ ذہبی رحمہ اللہ سعید بن جمہان کے بارے میں فرماتے ہیں:

وثقه ابن معين وقال أبو حاتم لا يحتج به . قلت : هو راوي الخلافة ثلاثون سنة حسنه الترمذي . روى عنه حشرج بن نباتة، وعبد الوارث، قال أبو داود ثقة وقوم يضعفونه وقال ابن عدي أرجو أنه لا بأس به .

''اسے ابن معین نے ثقہ کہا ہے، ابوحاتم نے کہا اس سے احتجاج نہیں کیا جائے گا، میں (ذہبی) کہتا ہوں کے یہ (سعید بن جمہان) حدیث ''الخلافۃ ثلاثون سنۃ'' کا راوی ہے اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن قرار دیا ہے، اس سے حشرج بن نباتہ اور عبدالوارث نے روایت کی ہے۔ ابوداود نے کہا یہ ثقہ ہے اور ایک قوم نے اس کی تضعیف کی ہے، ابن عدی نے کہا مجھے امید ہے کہ ان میں کوئی حرج نہیں۔'' (میزان الاعتدال: 2/131)

یہاں واضح ہو رہا ہے کہ حافظ ذہبی امام ابوحاتم کی جرح ((لا یحتج به)) کا رد کر رہے

ہیں اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے سعید بن جمہان کو اپنی کتاب (من تکلم فیه وهو موثق أو صالح، ص: 219) میں ذکر کیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اس پر جرح مرجوح اور توثیق راجح ہے، جس کی وجہ سے اس کی روایت حسن درجہ سے کم نہیں۔ لہٰذا یہ کہنا کے حافظ ذہبی امام ابوحاتم کی جرح ((لا یحتج به)) کے ساتھ متفق ہیں درست نہیں۔ حافظ ذہبی سعید بن جمہان عن سفینہ سے مروی ایک حدیث کے بارے فرماتے ہیں:

هذا حديث حسن عال.

''یہ حدیث حسن اور عالی ہے۔'' (تاریخ الإسلام: 223/5، بشار)

یہاں موصوف کے لہجے میں کہنا درست ہوگا کہ حافظ ذہبی نے امام ترمذی کی تحسین (حدیث سفینہ) کی تردید نہیں کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حافظ ذہبی بھی امام ترمذی کے ساتھ اس حدیث کی تحسین میں متفق ہیں۔

نیز حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے حدیث سفینہ ((الخلافة ثلاثون سنة)) سے استدلال بھی کیا ہے۔ (المنتقى من منهاج الاعتدال، ص: 484)

اور تصحیح بھی کی ہے جیسا کہ علامہ البانی رحمہ اللہ کے حوالے گزر چکا ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ امام ابوحاتم رحمہ اللہ کی جرح سے متفق نہیں ہیں۔ پھر حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے امام ابوحاتم کے ((لا یحتج به)) سے پہلے اپنا فیصلہ کیا دیا ہے ملاحظہ فرمائیں:

سعيد بن جمهان ... صدوق وسط قال أبو حاتم لا يحتج به.

''(میرے نزدیک) یہ صدوق، وسط (حسن الحدیث) ہے (مگر) امام ابوحاتم فرماتے ہیں کہ اس سے حجت نہیں لی جائے گی۔''

(الكاشف: 433/1)

اتنے واضح دلائل کے باوجود یہ کہنا کہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ امام ابوحاتم سے متفق ہیں درست نہیں۔ اور امام ابوحاتم رحمہ اللہ کا جرح میں متشدد اور منفرد ہونا اہل علم سے مخفی نہیں۔

موصوف سعید بن جمہان عن سفینہ طریق پر جرح مفسر ثابت کرنے کے لیے امام ابن عدی رحمہ اللہ کا قول لکھتے ہیں:

''امام ابن عدی (المتوفی ۳٦۵) نے کہا:

وقد روي عنه عن سفينة أحاديث لايرويها غيره وأرجو أنه لاباس به فان حديثه أقل من ذاك .

سفینہ کے طریق سے سعید بن جمہان کی کئی ایک ایسی احادیث مروی ہیں جنہیں سفینہ سے ان کے علاوہ کوئی اور روایت نہیں کرتا، لیکن مجھے امید ہے کہ سعید بن جمہان میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس کی حدیث بہت کم ہے[الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی:۴/ ۴۵۸]۔''

اس عبارت سے سعید عن سفینہ پر جرح ثابت کرنا درست نہیں ہے، شاید یہی وجہ ہے کہ موصوف نے اس عبارت کو ذکر کرنے کے بعد کوئی تبصرہ نہیں کیا۔

مزید لکھتے ہیں:

''اس وجہ تضعیف کے جواب میں کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ نے سفینہ سے ہی سعید بن جمہان کی روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام احمد نے صرف سعید سے بعض ثقہ رواۃ کے روایت کرنے کی بنا پر اسے ثقہ تسلیم کیا ہے اور اس بنیاد پر ان کی اس روایت کو صحیح کہا ہے چناں چہ:

امام عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ (المتوفی:۲۹۰) نے کہا:

قلت لأبي سعيد بن جمهان هذا هو رجل مجهول؟ قال لا، روى عنه غير واحد حماد بن سلمة وحماد بن زيد والعوام بن حوشب والحشرج بن نباتة .

میں نے اپنے والد سے کہا: سعید بن جمہان یہ مجہول شخص ہے؟ تو انہوں نے کہا نہیں۔اس سے کئی ایک نے مثلاً حماد بن سلمہ، حماد بن زید، والعوام بن حوشب اور حشرج بن بناتہ نے روایت کیا ہے۔[العلل ومعرفۃ الرجال لاحمد، ت وصی :۲/۳۱۴]اس سے پتہ چلتا ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ نے محض ان سے ثقات کے روایت کرنے کے سبب انہیں ثقہ کہہ دیا ہے۔''

یہاں سوال صرف سعید کی جہالت کے بارے میں ہے اور اسی کے بارے میں جواب ہے، یہاں نہ تو ثقاہت کے بارے میں سوال ہے اور نہ ہی اس کے بارے میں جواب۔ یہ کہنا صحیح نہیں کہ اس سے پتہ چلتا ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ نے محض ان سے ثقات کے روایت کرنے کے سبب انہیں ثقہ کہہ دیا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ راوی کی توثیق کے لیے استقراء نہیں کرتے تھے؟!!!

موصوف سعید بن جمہان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (المتوفی ۲۴۱) نے کہا:

هو ثقة

یہ ثقہ ہیں[علل احمد روایۃ المروذی وغیرہ،ص:۱۰۷]

امام احمد رحمہ اللہ نے یہ توثیق راوی کی مرویات کا استقراء کر کے نہیں کی ہے بلکہ صرف ان سے بعض ثقہ رواۃ کی روایت کی بنا پر کی ہے کما مضٰی۔''

جبکہ اس کے برخلاف ایک مقام پر لکھتے ہیں:

''اس کے علاوہ ایک اور بات پیش نظر رہنی چاہیے، وہ یہ کہ محدثین خواہ متقدمین ہوں یا متاخرین، وہ جب کسی راوی کی توثیق کرتے ہیں یا جرح کرتے ہیں تو

اس کی مرویات ہی کو نبیاد بناتے ہیں۔ یہ اصول، اصل دلیل ہے کسی راوی کے ثقہ ہونے پر یا ضعیف ہونے پر۔" (یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ، ص:۳۵٦)

ہم جناب کے لہجے میں پوچھتے ہیں کہ موصوف کسی راوی پر جرح وتعدیل یا روایت کی تحسین وتصحیح ائمہ محدثین کے تمام اقوال اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا استقراء کر کے کرتے ہیں؟ اگر آپ اثبات میں جواب دیتے ہیں اور اپنی شان یہ بتلاتے ہیں کہ آپ تمام اقوال محدثین اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا استقراء کر کے توثیق وتجریح اور تحسین وتصحیح کرتے ہیں، تو کیا امام العلل امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بغیر استقراء کے راوی کی توثیق اور حدیث کی تصحیح کر دیں؟ یہ بات مان لینے میں معاملہ یہیں پر ختم نہیں ہو جاتا، بل کہ کسی راوی کی توثیق اور حدیث کی تصحیح کے متعلق امام احمد بن حنبل کے تمام تر اقوال محلِ نظر ٹھہرتے ہیں، کیوں کہ احتمال ہے کہ امام احمد بن حنبل نے عدمِ استقراء کی وجہ سے راوی کی توثیق اور حدیث کی تصحیح کر دی ہو۔ پھر یہ خطرہ صرف امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ہی کے اقوال سے متعلق نہیں ہوگا، بلکہ جرح وتعدیل کے تمام ائمہ کے اقوال موصوف کی ذاتی تصدیق کے محتاج ہوں گے، کیوں کہ جب امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ جیسے سلطان المحدثین بغیر استقراء کے رواۃ کی توثیق اور حدیث کی تصحیح کر رہے ہیں، تو دیگر ائمہ فن سے بھی یہ چنداں مستبعد نہیں۔ واللہ المستعان۔ وہ امام احمد بن حنبل جو حدیثِ سفینہ پر جرح کرنے والے کو اپنی مجلس سے نکال دیں اور کہیں کہ جو سعید بن جمہان عن سفینہ کو باطل کہتا ہے اس کا قول برا اور ردی ہے لوگوں کو ایسے قائلین سے دور رہنا چاہیے اور ان کی مجلس میں نہیں بیٹھنا چاہیے اور ان کا یہ معاملہ لوگوں میں بیان کرنا چاہیے۔ حدیثِ سفینہ کے اتنے زبردست دفاع کے باوجود بھی یہ کہا جاتا ہے کہ امام احمد بن حنبل نے استقراء نہیں کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کیا ایسے عظیم المرتبت محدث جناب کی نظر میں اسی لائق رہ گئے ہیں کہ وہ بغیر استقراء کے راوی کی توثیق اور روایت کی تصحیح کرنے

لگیں؟ امام احمد بن حنبل کے ہزاروں سال بعد پیدا ہونے والے ناقلین کو یہ معیار بخوبی ہو لیکن امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو اتنا بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ روایات کا استقراء کر کے توثیق و تصحیح کرنی ہے یا بغیر استقراء کے۔ واللہ یہ چھوٹا منہ بڑی بات اور امام العلل احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی بے ادبی ہے۔ واللہ المستعان۔

مرجوح اور باطل قول کو جرح مفسر ثابت کرنا اور اسے محدثین کا مسلک قرار دینا!

جناب لکھتے ہیں:

"لیکن دیگر محدثین نے سعید عن سفینہ کے طریق پر ہی کلام کیا ہے، لہٰذا ان کی بات راجح ہے۔"

عرض ہے کہ "راجح" والی بات مرجوح ہے۔ کسی ایک محدث نے بھی سعید بن جمہان عن سفینہ پر جرح کر کے اس حدیث کو ضعیف نہیں کہا، جیسا کہ اوپر اس کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ راجح بات امام العلل امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے، جیسا کہ امام ابوزرعہ دمشقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وسألت أحمد بن حنبل عن حديث سفينة الخلافة بعدي ثلاثون سنة يثبت؟ قال نعم.

"میں نے احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے حدیث سفینہ (میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی) کے بارے سوال کیا کہ کیا یہ ثابت (صحیح) ہے تو فرمایا جی ہاں۔"

(تاريخ أبي زرعة، ص: 457)

امام احمد رحمہ اللہ نے حدیث سفینہ پر جرح کرنے والے کو مجلس سے

نکلوادیا

امام ابوبکر الخلال (م:۳۱۱ھ) فرماتے ہیں:

سمعت أبا بكر بن صدقة، يقول سمعت غير واحد من أصحابنا وأبا القاسم بن الجبلي غير مرة أنهم حضروا أبا عبد الله سئل عن حديث سفينة فصححه، فقال رجل سعيد بن جمهان كأنه يضعفه فقال أبو عبد الله يا صالح خذ بيده أراه قال أخرجه هذا يريد الطعن في حديث سفينة .

''میں نے ابوبکر بن صدقہ کو کہتے ہوئے سنا وہ فرمارہے تھے کہ میں نے اپنے کئی ایک ساتھیوں اور ابوالقاسم جبلی سے کئی مرتبہ سنا کہ وہ ابوعبداللہ (امام احمد بن حنبل) کے پاس حاضر ہوئے (اور) ان سے حدیث سفینہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا، ایک آدمی نے کہا: سعید بن جمہان؟ گویا وہ اس کو ضعیف قرار دے رہا تھا تو ابوعبداللہ (امام احمد بن حنبل) نے فرمایا: اے صالح! اسے ہاتھ سے پکڑ یئے، میرے خیال میں آپ نے فرمایا کہ اس کو (ہاتھ سے پکڑ کر یہاں سے) نکال دیں یہ حدیث سفینہ میں طعن کا ارادہ رکھتا ہے۔''

(السنة لأبي بكر بن الخلال: 423/2، وسنده صحيح)

حدیث سفینہ پر جرح کرنے والوں کا قول ردی اور...

امام ابوبکر الخلال رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أخبرني محمد بن أبي هارون ومحمد بن جعفر: أن أبا الحارث حدثهم قال: جاء نا عدد معهم رقعة قدموا من

الرقة وجئنا بها إلى أبي عبد الله : ما تقول رحمك الله فيمن يقول :حديث سفينة حديث سعيد بن جمهان أنه باطل؟ فقال أبو عبد الله : هذا كلام سوء رديء يجانبون هؤلاء القوم ولا يجالسون ويبين أمرهم للناس .

''امام ابوبکر خلال کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی محمد بن ابی ہارون اور محمد بن جعفر نے کہ ابو الحارث نے انہیں بیان کیا کہ ہمارے پاس رقہ نامی جگہ سے ایک جماعت آئی اس کے پاس کاغذ کا ایک ٹکڑا تھا وہ کاغذ ہم ابوعبداللہ (امام احمد بن حنبل) کے پاس لائے اور (سوال کیا) کہ اللہ آپ پر رحم کرے آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو کہتا ہے کہ حدیث سفینہ جو سعید بن جمہان کے طریق سے مروی وہ باطل ہے، تو ابوعبداللہ (امام احمد بن حنبل) نے فرمایا: یہ برا اور ردی قول ہے، ایسا خیال رکھنے والوں سے بچا جائے اور ان کے پاس بیٹھا نہ جائے اور عوام الناس کو ایسے لوگوں سے خبردار کیا جائے۔''

(السنة لابي بكر الخلال : 423/2، وسنده صحيح)

موصوف حدیث سفینہ کے بارے لکھتے ہیں:

''اس حدیث کے بعض طرق کے اخیر میں بنوامیہ کی مذمت وارد ہے یہ بھی صحیح نہیں ہے۔''

مزید لکھتے ہیں:

''سب سے پہلے تو یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ اس روایت میں بنوامیہ کی مذمت میں جو الفاظ ہیں، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہیں ہیں، بلکہ ایک صحابی کی طرف منسوب ہیں، یعنی ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا اپنا تبصرہ ہے نہ کہ حدیث

رسول ہے، اس کے بعد عرض ہے:

اولاً: اول تو اس روایت میں جو یہ اضافہ ہے کہ سفینہ رضی اللہ عنہ نے کہا: بنو زرقاء جھوٹ بولتے ہیں، ان کی بادشاہت تو بدترین بادشاہت میں سے ایک بادشاہت ہے۔ اس روایت میں یہ اضافی حصہ ضعیف و غیر ثابت ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے مذکورہ حدیث کے ابتدائی ٹکڑے کو تو صحیح قرار دیا ہے، مگر اس کے جس طریق میں مذکورہ اضافہ ہے، اسے ضعیف قرار دیا ہے .... علامہ البانی رحمہ اللہ کا اس اضافے کو ضعیف قرار دینا مبنی بر انصاف اور اصول جرح و تعدیل کے عین موافق ہے۔ جزاہ اللہ خیرا۔"

(یزید بن معاویہ، ص: ۲۵۲، ۲۵۳)

وہ کون سے اصول تھے جن کی وجہ سے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم «الخلافة في أمتي ثلاثون سنة ثم ملك بعد ذلك» پہلے تو جرح و تعدیل کے عین موافق ٹھہرے اور بنو امیہ (بنو مروان) کی مذمت والا قول صحابی ضعیف؟

نیز لکھتے ہیں:

"کبھی کبھار جوش میں اس طرح کی مبالغہ آمیز باتوں کا صدور ہو جاتا ہے، اسے اتنی اہمیت نہیں دینی چاہیے، چناں چہ بخاری و مسلم کی روایت کے مطابق عباس رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ کو جھوٹا، ظالم، گناہ گار، دھوکے باز اور خائن قرار دیا ہے... عباس رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو کچھ کہا، کیا کوئی بھی مسلمان اس پر ایمان لاسکتا ہے؟ ہرگز نہیں، بلکہ اس طرح کی باتیں جوش کے نتیجے میں بطور مبالغہ صادر ہو جایا کرتی ہیں اور ایسی باتوں کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔"

(یزید بن معاویہ، ص: ۲۵۳، ۲۵۴)

عرض ہے کہ پھر یہاں اہمیت کیوں دی جا رہی ہے؟ اور محدثین کی تصحیح کے مقابلہ میں

حدیث سفینہ کو ضعیف قرار دینے کے لیے توانائی صرف کی جا رہی ہے؟

سیدنا اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو کہا:

فانك منافق تجادل عن المنافقين .

''آپ منافق ہیں اور منافقین کے طرف دار ہیں۔''

(صحيح البخاري :2661، صحيح مسلم : 2770)

للہ! ازراہِ انصاف فرمایئے کہ سیدنا عباس اور سیدنا اسید رضی اللہ عنہما کے الفاظ میں زیادہ سختی ہے یا سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ میں؟

یہاں بھی سیدنا سفینہ سے بطور مبالغہ یہ الفاظ صادر ہو گئے۔ جس طرح ناصبیوں کا بخاری و مسلم کی روایت سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر زبان طعن دراز کرنا غلط ہے اسی طرح ترمذی کی زیر بحث حدیث سفینہ سے رافضیوں کا سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت کشید کرنا غلط ہے۔

اگر سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ نے بنو مروان کے بارے میں کچھ کہہ دیا ہے تو اس سے کون سا ایسا محذور لازم آتا ہے کہ اس کو ضعیف قرار دینے کے لیے محترم بلا وجہ آجری عن ابی داود... معلول عبارت کا غلط مفہوم لینے پر مجبور ہو گئے ہیں؟

پھر سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ کا تبصرہ «بل هم ملوك من شر الملوك» بنو مروان کے بارے میں ہے واللہ اعلم وہ کون تھے، بنو مروان سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو مراد لینا صحیح نہیں، کیوں کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی بادشاہت بری نہیں تھی بلکہ حق بات تو یہ ہے کہ ان کی بادشاہت رحمت والی تھی ملاحظہ ہو:

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إنكم في نبوة ورحمة وستكون خلافة ورحمة ثم يكون كذا وكذا ثم يكون ملكا عضوضا .

''تمہارے پاس نبوت اور رحمت رہے گی، اور عن قریب خلافت اور رحمت

آئے گی، پھر ایسا ایسا ہوگا (بادشاہت اور رحمت آئے گی) پھر کاٹ کھانے والی بادشاہت آئے گی۔" (المعجم الأوسط للطبراني: 6581، وسنده حسن)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مارأيت رجلا أخلق للملك من معاوية .

"میں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر بادشاہت کے لیے موزوں شخص نہیں دیکھا۔"

(الأمالي من أثار الصحابة للإمام عبدالرزاق: 97، السنة لأبي بكر الخلال: 637، مجموع فيه مصنفات لأبي العباس الأصم: 578 (162)، وسنده صحيح)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (م: ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

فكانت نبوة النبي صلى الله عليه وسلم نبوة ورحمة ، وكانت خلافة الخلفاء الراشدين خلافة نبوة ورحمة ، وكانت إمارة معاويه ملكا ورحمة ، وبعده وقع ملك عضوض .

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت، نبوت ورحمت تھی۔ خلفاء راشدین کی خلافت، خلافت ورحمت تھی۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت، رحمت والی بادشاہت تھی اس کے بعد کاٹ کھانے والی بادشاہت شروع ہوگئی۔"

(جامع المسائل: 5/154)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں:

مازال بي مارأيت من أمر الناس في الفتنة ، حتى لاتمنى أن يزيد الله عزوجل معاوية من عمري في عمره .

"فتنے کے دور میں لوگوں کے جو حالات میں دیکھتی رہی، ان میں ہمیشہ میری یہ تمنا تھی کہ اللہ تعالیٰ میری عمر، معاویہ رضی اللہ عنہ کا لگا دے۔"

(الطبقات لأبي عروبة الحراني ، ص :41، وسنده صحيح)

اگران کی بادشاہت بری تھی تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی تمنا کا کیا مطلب ہے؟

موصوف سعید بن جمہان کے بارے لکھتے ہیں:

''اس توثیق کے ساتھ ساتھ دیگر محدثین نے ان پر جرح کی ہے یا ہلکی توثیق کی ہے۔امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ (المتوفی ۱۹۸) سے منقول ہے:

لم يرضه .

آپ اس سے راضی نہیں ہوئے [علل احمد روایۃ المروذی وغیرہ،ص : ۱۰۸ واسنادہ صحیح]۔''

یہاں موصوف نے امام احمد کا مکمل قول نقل نہیں کیا کہ کہیں اس غیر ثابت جرح کا بطلان واضح نہ ہو جائے ملاحظہ فرمائیں:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے بیٹے عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قلتُ يُروى عن يحيى القطان أنه سئل عنه فلم يرضه فقال باطل وغضب... .

''میں نے کہا یحییٰ القطان سے روایت کیا جاتا ہے کہ ان سے سعید بن جمہان کے بارے میں سوال کیا گیا تو وہ اس سے راضی نہ ہوئے، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے غصہ کی حالت میں فرمایا یہ قول باطل ہے۔''

(العلل ومعرفة الرجال لأحمد برواية المروذي وغيره، ص :81، مكتبة المعارف)

جس غیر ثابت قول کو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ناراضگی کا اظہار کر کے باطل قرار دے رہے ہیں، ہمارے مہربان اسے جرح شمار کر رہے ہیں !!! آخر اس غیر ثابت قول کو نقل کرنے کا مقصد؟

موصوف سعید بن جمہان کے بارے ہلکی توثیق کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''امام ابن معین رحمہ اللہ (المتوفی ۲۳۳) نے کہا:

ثقة . یہ ثقہ ہیں[تاریخ ابن معین، روایۃ الدوری:۴/۱۱۴)۔''

اگر ایک متشدد امام کسی راوی کی توثیق کر دے تو کیا یہ ہلکی توثیق ہوتی ہے؟ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فهذا إذا وثق شخصا فعض على قوله بناجذيك وتمسك بتوثيقه .

''جب متشدد امام کسی راوی کی توثیق کریں تو ان کی توثیق کو مضبوطی سے پکڑیں۔''

(ذكر من يعتمد قوله في الجرح والتعديل ، ص : 172 ، دار البشائر)

ایک مقام پر ''سعید بن جمہان'' کے بارے لکھتے ہیں:

''یہ سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔امام ابن حبان، امام احمد، امام ابوداود، امام ابن معین، اور امام یعقوب فسوی وغیرہم نے انھیں ثقہ کہا ہے۔ثابت ہوا کہ یہ روایت بالکل صحیح ہے...''(یزید بن معاویہ،ص:۴۷۶)

عرض ہے کہ یہاں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے سعید بن جمہان کی توثیق استقراء کر کے کی ہے؟ کیا امام ابن معین رحمہ اللہ کی توثیق ہلکی نہیں؟ کیا سعید بن جمہان متکلم فیہ نہیں؟

سعید بن جمہان پر ابن حزم رحمہ اللہ کی جرح متقدمین کے خلاف ہونے کی وجہ سے قبول نہیں۔امام بخاری رحمہ اللہ کے قول ((عنده عجائب)) اور امام ساجی رحمہ اللہ کے قول ((لايتابع على حديثه)) سے راوی کی تضعیف نہیں ہوتی۔جیسا کہ علامہ البانی رحمہ اللہ کے حوالے سے اس کا جواب گزر چکا ہے۔خود امام ساجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قد ذهب إليه أكثر أهل العلم والفضل .

''اہل علم وفضل کی اکثریت کا حدیث سفینہ ہی کے مطابق مذہب ہے۔''

(إكمال تهذيب الكمال : 272/5)

حدیث سفینہ ضعیف ہے اور نہ ہی کسی حدیث کے خلاف، لہذا تطبیق درست ہے

جناب لکھتے ہیں:

”جو اہل علم تیس سال خلاف والی حدیث سفینہ کو صحیح مانتے ہیں وہ یوں تطبیق دیتے ہیں کہ تیس سال والی خلافت سے خلافت علی منہاج النبوۃ مراد ہے اور بارہ خلفاء والی حدیث میں مطلق خلافت کا ذکر ہے ۔لیکن چونکہ تیس سال خلافت والی حدیث کئی بنا پر ضعیف ہے اس لیے یہاں تطبیق دینا درست نہیں ۔“

اس روایت کو ضعیف قرار دینا درست نہیں ہے جیسا کہا امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ وغیرہ کبار اہل فن سے اس حدیث کی تصحیح اور ضعیف قرار دینے والوں کا رد با دلائل گزر چکا ہے، لہذا اہل علم کی تطبیق بالکل درست ہے۔

جیسا کہ شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وقد أعله الأستاذ الخطيب أيضا بعلة أخرى في متنه فقال وهذا الحديث المهلهل يعارضه ذلك الحديث الصحيح الصريح الفصيح في كتاب الإمارة من صحيح مسلم عن جابر بن سمرة قال دخلت مع أبي على النبي صلى الله عليه وسلم فسمعته يقول إن هذا الأمر لا ينقضي حتى يمضي فيهم اثنا عشر خليفة كلهم من قريش وهذه المعارضة مردودة، لأن من القواعد المقررة في علم المصطلح أنه لا يجوز رد الحديث الصحيح بمعارضته لما هو أصح منه، بل يجب الجمع والتوفيق بينهما، وهذا ما صنعه أهل العلم هنا، فقد أشار الحافظ في الفتح (١٨٢/١٣) نقلا عن

القاضي عياض إلى المعارضة المذكورة ثم أجاب أنه أراد في حديث سفينة خلافة النبوة ولم يقيد في حديث جابر بن سمرة بذلك قلت: وهذا الجمع قوي جدا، ويؤيده لفظ أبي داود خلافة النبوة ثلاثون سنة فلا ينافي مجيء خلفاء آخرين من بعدهم لأنهم ليسوا خلفاء النبوة، فهؤلاء هم المعنيون في الحديث لا غيرهم، كما هو واضح ويزيده وضوحا قول شيخ الإسلام في رسالته السابقة ويجوز تسمية من بعد الخلفاء الراشدين خلفاء وإن كانوا ملوكا، ولم يكونوا خلفاء الأنبياء بدليل ما رواه البخاري ومسلم في صحيحيهما عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال كانت بنو إسرائيل تسوسهم الأنبياء، كلما هلك نبي خلفه نبي، وإنه لا نبي بعدي، وستكون خلفاء فتكثر، قالوا فما تأمرنا؟ قال فوا ببيعة الأول فالأول، وأعطوهم حقهم فإن اللّٰه سائلهم عما استرعاهم فقوله فتكثر دليل على من سوى الراشدين فإنهم لم يكونوا كثيرا وأيضا قوله فوا ببيعة الأول فالأول دل على أنهم يختلفون، والراشدون لم يختلفوا.

''استاذ الخطیب نے متن کی وجہ سے بھی اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ ضعیف حدیث اس فصیح، صریح اور صحیح حدیث کے معارض ہے جو صحیح مسلم ...کتاب الامارہ میں سیدنا جابر بن سمرہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ میں اپنے والد گرامی کے ساتھ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر

ہوا، آپ فرما رہے تھے: بے شک یہ معاملہ نہیں پورا ہوگا یہاں تک کہ ان میں بارہ خلفاء ہوں گے جو تمام کے تمام قریشی ہوں گے۔ یہ معارضہ (حدیث سفینہ کے ساتھ) مردود ہے، کیوں کہ اصول حدیث میں یہ طے شدہ قاعدہ ہے کہ کسی صحیح حدیث کو اپنے سے اصح حدیث سے معارضہ کی وجہ سے رد کرنا جائز نہیں، بل کہ ان دونوں میں جمع وتوفیق واجب ہے اور یہاں اہل علم نے (حدیث الخلافۃ ثلاثون سنۃ اور حدیث مسلم) میں تطبیق ہی دی ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری (۱۳/۱۸۲) میں قاضی عیاض سے یہ تعارض نقل کیا ہے پھر اس کا جواب دیا کہ حدیث سفینہ میں خلافت علی منھاج النبوہ مراد ہے اور جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس کو مقید نہیں کیا گیا۔ میں (البانی رحمہ اللہ) کہتا ہوں یہ بہت ہی مضبوط تطبیق ہے اور اس کی تائید (حدیث) ابوداود کے ان الفاظ سے ہوتی ہے خلافت علی منہاج النبوۃ تیس سال رہے گی یہ حدیث اپنے بعد خلفاء آنے کے منافی نہیں ہے، کیوں یہ خلفائے نبوت نہیں، حدیث میں یہی مراد ہیں نہ کہ ان کے علاوہ جیسا کہ واضح ہے اس کو مزید واضح شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا قول کر دیتا ہے جو ان کے سابقہ رسالے میں موجود ہے، اور خلفائے راشدین کے بعد (بادشاہوں کو) خلفاء کہنا جائز ہے اگرچہ حقیقت میں وہ ملوک ہی ہیں خلفائے انبیاء نہیں، اس کی دلیل صحیح بخاری وصحیح مسلم میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنواسرائیل کے انبیاء ان کی سیاسی رہنمائی بھی کیا کرتے تھے، جب بھی ان میں کوئی نبی فوت ہو جاتا تو اس کے بعد دوسرا نبی آجاتا، لیکن یاد رکھو میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا عن قریب (میرے بعد) خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے، صحابہ نے کہا ان کے بارے

آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے جس کی بیعت کرلو بس اسی کی وفاداری پر قائم رہو ان کا جو حق ہے اس کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرو، کیوں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان سے ان کی رعایا کے بارے سوال کرے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان «« فتکثر »» اس بات کی دلیل ہے کہ خلفائے راشدین کے علاوہ بہت خلفاء ہوں گے، کیوں کہ خلفائے راشدین کثیر نہیں تھے اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان «« فوا ببیعة الأول فالأول »» یہ دلیل ہے کہ یہ اختلاف کریں گے اور خلفائے راشدین نے اختلاف نہیں کیا۔" (الصّحیحة :1/827)

حدیث کو ضعیف قرار دینے کے لیے ظنی باتیں

موصوف حدیث سفینہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"دراصل اسی مضمون کی بات بعض کمی بیشی کے ساتھ باطل و مردود سندوں سے آئی ہے ...اور سعید بن جمہان تک بھی یہ بات انہیں غیر معتبر ذرائع سے پہنچی ہو گی، لیکن سعید بن جمہان کے حافظہ نے کتاہی کی اور انہوں نے اس مضمون کی روایت کو سفینہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے بیان کر دیا۔"

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

"دراصل یہ روایت بھی دیگر مردود ذرائع سے آئی ہے اور سعید بن جمہان نے انہیں مردود ذرائع سے سن کر اسے سفینہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کر دیا۔"

تیسری جگہ پر لکھتے ہیں:

"دراصل یہ باتیں بھی سعید بن جمہان تک غیر معتبر ذرائع سے پہنچی ہیں اور اس نے ان باتوں کو اس حدیث میں بھی شامل کر دیا۔"

چھوتھے مقام پر لکھتے ہیں:

''بعض روایات میں سعید بن جمہان کی متابعت منقول ہے۔لیکن یہ روایات حد درجہ ضعیف بلکہ بعض باطل وموضوع اور من گھرت ہیں۔اور بہت ممکن ہے یہی باتیں گھوم پھر کر سعید بن جمہان تک پہنچی ہوں اور سعید بن جمہان نے بعد میں حافظہ کی کوتاہی سے اسے براہ راست سفینہ کے طریق سے بیان کر دیا ہو۔''

موصوف کی ان تمام باتوں میں اجازہ عامہ ہے کہ کسی بھی ثقہ راوی کی صحیح حدیث کو محض ظن کی بنیاد پر رد کیا جاسکتا ہے خواہ ائمہ فن نے اس کی تصحیح ہی کیوں نہ کر رکھی ہو۔

سعید بن جمہان کے بارے مزید لکھتے ہیں:

''اس طرح کا راوی اگر کسی حدیث کو بیان کرنے میں منفرد ہو اور قبولیت کے اضافی قرائن موجود نہ ہوں بلکہ اس کے برعکس رد کے قرائن موجود ہوں تو ایسی صورت ایسے راوی کی بیان کردہ منفرد روایت مردود ہوتی ہے اس بارے میں چند ائمہ فن کے اقوال ملاحظہ ہوں....''

پھر موصوف نے حافظ ابن رجب، حافظ ذہبی، حافظ ابن حجر اور علامہ البانی رحمہم اللہ کے حوالے سے راوی کے تفرد کے بارے اصول ذکر کیا۔

عرض ہے کہ انہیں چار محدثین نے حدیث سفینہ کو صحیح وقابل حجت بھی گردانا ہے۔شاید موصوف کو بھی اس کا احساس تھا اس لیے مذکورہ اصول بیان کرنے کے فوراً بعد یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ اگر محدثین نے یہ قاعدہ بیان کرنے کے باوجود حدیثِ سفینہ کی تصحیح کر دی ہے تو ان سے اصول کی تطبیق میں اجتہادی غلطی بھی ہوسکتی ہے۔چنانچہ موصوف لکھتے ہیں:

''واضح رہے کہ اصول بیانی اور اصول کی تطبیق میں ایک ہی عالم سے اختلاف

ہوسکتا ہے، یعنی یہ ممکن ہے کہ ایک عالم ایک اصول کو صحیح مانتے ہوئے بھی اس کی تطبیق میں اجتہادی غلطی کا شکار ہو جائے، یعنی اصول کو ایسی جگہ منطبق کر دے جہاں یہ اصول منطبق نہیں ہوتا یا جہاں یہ اصول منطبق ہوتا ہے وہاں اس کی تطبیق نہ کر سکے۔"

عرض ہے کہ کیا ائمہ محدثین کا حدیث سفینہ کی تصحیح کرنا ان کی اجتہادی خطا ہے؟ ان میں سے ایک بھی سعید بن جمہان کے تفرد کو جاننے کے باوجود اس اصول کی تطبیق نہ کر سکا؟

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ملک یا خلیفہ؟

موصوف لکھتے ہیں:

"امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جن لوگوں نے پہلے بادشاہ کہا ہے ان کی بنیادی دلیل وہی سعید بن جمہان کی منفرد روایت ہے جس کی حقیقت بیان کر دی گئی ہے۔"

دلائل سے ثابت کر دیا گیا ہے کہ محدثین اہل فن نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور اس حدیث کو ضعیف کہنے والوں کا قول ضعیف ہے، لہٰذا سلف صالحین نے اس حدیث سے جو مطلب اخذ کیا ہے وہی صحیح ہے ملاحظہ ہو:

امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

معنى الخبر عندنا أن من بعد الثلاثين سنة يجوز أن يقال لهم خلفاء أيضا على سبيل الاضطرار، وإن كانوا على الحقيقة ملوكا.

"ہمارے نزدیک اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو تیس سال کے بعد آئیں گے ان کو علی سبیل الاضطرار خلفاء کہنا جائز ہے، اگرچہ حقیقت میں وہ ملوک ہی ہیں۔"

(صحيح ابن حبّان، تحت: 6657)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

واتفق العلماء على أن معاوية أفضل ملوك هذه الأمة فإن الأربعة قبله كانوا خلفاء نبوة وهو أول الملوك؛ كان ملكه ملكا ورحمة كما جاء في الحديث .

"علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اس امت کے افضل ملوک میں سے ہیں، کیوں کہ ان سے پہلے چار خلفائے نبوت ہیں اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پہلے بادشاہ ہیں ان کی بادشاہت رحمت والی بادشاہت تھی جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔" (مجموع الفتاوی: 4/478)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ثمّ آل الأمر إلى معاوية أول الملوك كما قال صلى الله عليه وسلم الخلافة بعدي ثلاثون سنة ثمّ تكون ملكا .

"پھر معاملہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف لوٹ آیا جو کہ پہلے بادشادہ ہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد خلافت تیس سال ہوگی پھر بادشاہت ہو گی۔" (المنتقی من منهاج الاعتدال، ص: 484)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قلت: والسنّة أن يقال لمعاوية ملك، ولا يقال له خليفة لحديث سفينة .

"میں (ابن کثیر) کہتا ہوں کہ سنت یہ ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو ملک کہا جائیگا نہ کہ خلیفہ دلیل سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔"

(البداية والنهاية: 8/144)

علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وأوّل ملوك المسلمين معاوية رضي الله عنه، وهو خير ملوك المسلمين .

''مسلمانوں کے پہلے بادشاہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ وہ مسلمان بادشاہوں سے سب سے بہترین بادشاہ ہیں۔'' (شرح الطحاوية، ص: 483)

ثابت ہوا کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ امت مسلمہ کے بہترین مَلِک تھے۔

لیکن موصوف رقمطراز ہیں:

''انصاف کی بات یہی ہے کہ سعید بن جمہان متکلم فیہ کی یہ منفرد روایت مردود ہے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دور بھی خلافت کا دور ہے۔''

عرض ہے کہ جن محدثین نے اس حدیث کو صحیح کہا اور جو اس کا مفہوم بیان کیا ہے وہ غیر منصف ہیں؟

حدیث سفینہ کو ضعیف قرار دینے کے لیے بطور قرائن چند روایات کی حقیقت

موصوف نے سعید بن جمہان عن سفینہ سے مروی چند روایات پیش کر کے حدیث سفینہ کو منکر ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان کی حقیقت ملاحظہ ہو:

پہلی روایت:

قال البلاذري : حدثنا خلف حدثنا عبد الوارث بن سعيد عن سعيد بن جمهان عن سفينة مولى أم سلمة أن النبي صلى الله عليه وسلم كان جالسا فمر أبو سفيان على بعير ومعه معاوية وأخ له، أحدهما يقود البعير والآخر يسوقه، فقال رسول الله صلى الله عليه

وسلم لعن الله الحامل والمحمول والقائد والسائق .

''سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے کہ اس دوران سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا اور ان کے ساتھ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائی تھے ان میں سے ایک جانور کی نکیل پکڑ کر آگے چل رہا تھا اور دوسرا اس کو ہانک رہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی لعنت ہو سواری اور سوار پر، چلانے والے پر اور ہانکنے والے پر۔''

(أنساب الأشراف المنسوب إلى البلاذري : 129/5)

تبصرہ:

① بلاذری کی کتاب ''تاریخ انساب الاشراف'' ثابت نہیں بل کہ یہ بلاذری کی طرف منسوب ہے، جیسا کہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

المنسوب إليه .

''انساب الاشراف بلاذری کی طرف منسوب ہے۔''

(البداية والنهاية : 75/11)

② بلاذری کی معتبر توثیق ثابت نہیں۔

یاد رہے کہ بعض روافض نے بھی کئی سال قبل متاخرین سے بلاذری کی توثیق ثابت کرنے کی کوشش کی تھی اور بعض مہربانوں نے وہیں سے استفادہ بھی کیا۔

③ بالفرض اس کتاب کو ثابت مان بھی لیا جائے تو یہ روایت موضوع ہے، کیوں کہ بلاذری کے پاس سیدنا معاویہ کی تنقیص میں موضوع روایات تھیں، جیسا کہ بلاذری نے کہا:

قال لي هشام بن عمار نظرت في أحاديث معاوية عندكم فوجدت

أكثرها مصنوعا.

''مجھے ہشام بن عمار نے کہا کہ آپ کے پاس سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت میں احادیث ہیں جو میں نے دیکھی ہیں، ان میں سے اکثر مصنوعی (من گھڑت) ہیں۔''(أنساب الأشراف المنسوب إلى البلاذري: 74/5)

لہٰذا موصوف کے لہجے میں یہ کہنا درست ہوگا کہ متن کی نکارت کو دیکھتے ہوئے اس روایت کے موضوع من گھڑت ہونے میں کوئی شک باقی نہیں رہ جاتا اور قطعی یقین ہو جاتا ہے کہ یہ روایت کسی رافضی ذہن کی کارستانی ہے۔ لہٰذا سعید بن جمہان کا اس میں کیا قصور ہے؟

دوسری سند:

قال الإمام البزار: حدثنا السكن بن سعيد، قال نا عبد الصمد، قال نا أبي، (و؟)حدثنا حماد بن سلمة، عن سعيد بن جمهان، عن سفينة، رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم كان جالسا فمر رجل على بعير وبين يديه قائد وخلفه سائق، فقال لعن الله القائد والسائق والراكب.

''سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک اونٹ سوار گزرا اس کے آگے چلانے والا اور پیچھے ہانکنے والا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی لعنت ہو چلانے والے، ہانکنے والے اور سوار پر۔''

(مسندالبزار: 286/9)

تبصرہ:

روایت ضعیف ہے، السکن بن سعید مجہول ہے۔

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وشيخ البزّار السّكن بن سعيد ولم أعرفه.

''بزار کے شیخ السکن بن سعید کو میں نہیں پہچانتا۔''

(مجمع الزوائد: 192/7)

لہٰذا حافظ ہیثمی کا اس روایت کے بارے ''رجالہ ثقات'' کہنا درست نہیں۔ پھر اس ضعیف روایت میں صحابہ کرام پر نہیں بل کہ مجہول لوگوں پر لعنت کا ذکر ہے۔ کیا یہ کارروائی اس مجہول کی نہیں ہو سکتی؟ اس میں سعید بن جمہان کا کیا قصور ہے؟

دوسری روایت:

قال الإمام البزار: حدثنا رزق الله بن موسى، قال نا مؤمل، قال نا حماد بن سلمة، عن سعيد بن جمهان، عن سفينة، رضي الله عنه أن رجلا قال يا رسول الله، رأيت كأن ميزانا دلي من السماء فوزنت بأبي بكر فرجحت بأبي بكر، ثم وزن أبو بكر بعمر فرجح أبو بكر بعمر، ثم وزن عمر بعثمان فرجح عمر بعثمان، ثم رفع الميزان فاستهلها رسول الله صلى الله عليه وسلم خلافة نبوة ثم يؤتي الله الملك من يشاء.

''سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نے خواب دیکھا ہے کہ ایک ترازو آسمان سے اتارا گیا ہے آپ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ سے وزن کیا ہے گیا تو آپ ان سے بھاری ہو گے، پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کا وزن کیا گیا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ بھاری ہو گے پھر عمر رضی اللہ عنہ کا عثمان رضی اللہ عنہ سے وزن گیا تو عمر رضی اللہ عنہ کا وزن زیادہ گیا پھر ترازو اٹھالیا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اس کی تعبیر کی کہ یہ خلافت نبوت ہے پھر اللہ جسے چاہے گا ملوکیت دے گا۔‘‘

(مسند البزار : 281/9، وسنده حسن)

یہی روایت سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے اور امام حاکم رحمہ اللہ نے حدیث سفینہ کو اس کا شاہد قرار دیا ہے۔(المستدرك، تحت : 4437)

کیا منکر روایت بھی شاہد بن سکتی ہے؟ پھر سعید سے زیادہ جرح تو مؤمل بن اسماعیل پر ہے کیا موصوف کے اصول کے مطابق یہ نہیں ہوسکتا مؤمل کے حافظہ نے کوتاہی کی وجہ سے اس طرح کے الفاظ بیان کر دیے ہوں؟ سعید بن جمھان کا اس میں کیا قصور ہے؟

موصوف مذکورہ حدیث میں امیر المومنین سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے عدم ذکر کی وجہ سے لکھتے ہیں:

”...کیا اس حدیث کی بنیاد پر یہ کہنا شروع کر دیا جائے علی رضی اللہ عنہ پہلے بادشاہ ہیں۔‘‘

اس حدیث سے یہ بالکل ثابت نہیں ہوتا کہ علی رضی اللہ عنہ پہلے بادشاہ ہیں اس میں تو صرف عدم ذکر ہے، جس طرح بعض احادیث میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان ہوئی ہے اور ان میں سیدنا عمر، سیدنا عثمان اور سیدنا علی اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر نہیں اور بعض احادیث میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان ہوئی ہے اور اس میں سیدنا ابوبکر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کا ذکر نہیں علی ہذا القیاس اسی طرح اس حدیث میں سیدنا ابوبکر، عمر بن خطاب اور عثمان رضی اللہ عنہم کا ذکر ہے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ خلیفہ نہیں اور بادشاہ ہیں!

موصوف کے اس خود ساختہ مفہوم کا رد امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ کی درج ذیل تطبیق سے ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وأن ما في الحديثين الأولين مما فيه ذكر أبي بكر وعمر وعثمان

بما ذكروا به فيهما لا يذكر لعلي في ذلك معهم إنما كان لأن ما فيها كان في أبي بكر وعمر وعثمان خاصة، كما قد روي سوى ذلك في أبي بكر مما لا ذكر لعمر فيه وفي عمر مما لا ذكر لأبي بكر ولا لعثمان فيه وفي عثمان مما لا ذكر لأبي بكر ولعمر فيه، فمثل ذلك أيضا علي في هذا المعنى قد روي فيه ما لا ذكر لأبي بكر ولا لعمر ولا لعثمان فيه لأنهم رضوان الله عليهم أهل السوابق وأهل الفضائل، ويتباينون في فضائلهم، ويتفاضلون فيها كأنبياء الله عز وجل في نبوتهم التي قد جمعتهم، ثم أخبر الله عز وجل في كتابه بما أخبر به فيهم من قوله (ولقد فضلنا بعض النبيين على بعض) وحديث سفينة الذي ذكرنا حصر خلافة النبوة بمدة عقلنا بها أن لها أهلا إلى انقضائها وهو هؤلاء الأربعة رضوان الله عليهم، والله عز وجل نسأله التوفيق.

''پہلی دو احادیث میں سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر بن خطاب اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم کا ذکر ہے اور اس میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں کیوں کہ یہ سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر بن خطاب اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم کے بارے میں خاص ہے، جس طرح دیگر احایث جن میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے تو سیدنا ابوبکر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما کا ذکر نہیں، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے تو اس حدیث میں سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کا ذکر نہیں اسی طرح اس حدیث میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں احادیث مروی ہیں جن میں سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر

بن خطاب اور سیدنا عثمان کا ذکر نہیں ہے۔ کیوں کہ یہ پہلے اسلام قبول کرنے والے اور فضیلت والے ہیں اور ان کے فضائل ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں جس طرح انبیاء کرام کی ایک دوسرے پر فضیلت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ان کے بارے خبر دی ہے (اور بلاشبہ ہم نے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت دی ہے [الاسرء: ۵۵]) اور حدیث سفینہ جس کا ہم نے خلافت نبوت کی مدت کا حصر بیان کیا ہے اس سے ہم نے سمجھا ہے کہ اس مدت کے اختتام تک خلافت نبوت کے (کچھ صحابہ) اہل ہوں گے اور وہ خلافائے اربعہ ہیں اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے۔ اور اللہ ہی سے ہم توفیق (مدد) کا سوال کرتے ہیں۔"

(مشکل الآثار: 8/414)

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے حدیث سفینہ (الخلافة ثلاثون سنة ثم تكون ملكا) پر باب قائم کیا ہے:

ذكر الخبر الدال على أن الخليفة بعد عثمان بن عفان كان علي بن أبي طالب رضوان الله عليهما ورحمته، وقد فعل.

"اس حدیث کا بیان جو دلالت کرتی ہے کہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے اور ایسا ہی ہوا۔"

(صحيح ابن حبان، قبل: 6943)

لہٰذا کسی روایت سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بادشاہ ہیں خلیفہ نہیں۔

تیسری حدیث:

قال الإمام نعيم بن حماد: حدثنا ابن المبارك، أخبرنا حشرج بن

نباتة، عن سعيد بن جمهان، عن سفينة مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : لما بنى رسول الله صلى الله عليه وسلم مسجد المدينة جاء أبو بكر بحجر فوضعه، ثم جاء عمر بحجر فوضعه، ثم جاء عثمان بحجر فوضعه، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : هؤلاء يلون الخلافة بعدي .

''سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی تعمیر کر رہے تھے تو ابوبکر ایک پتھر لائے اور رکھ دیا پھر عمر ایک پتھر لائے اور رکھ دیا پھر عثمان ایک پتھر لائے اور اسے رکھ دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔'' (الفتن لنعیم بن حماد : 258)

تبصرہ:

یہ روایت حشرج بن نباتہ کے تفرد کی وجہ سے منکر ہے۔ امام ابن حبان رحمہ اللہ اسی روایت سے قبل اس کے راوی حشرج کے بارے فرماتے ہیں:

كان قليل الحديث منكر الرواية فيما يرويه لا يجوز الاحتجاج بخبره إذا انفرد .

''یہ قلیل الحدیث اور منکر روایات بیان کرنے والا ہے، اس کی منفرد روایت کو حجت بنانا جائز نہیں۔'' (المجروحين :1/277)

امام بخاری رحمہ اللہ حشرج بن نباتہ (صدوق سیء الحفظ) کی اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:

وهذا لم يتابع عليه. **''اس کی تائید نہیں ملتی۔''**

(التاريخ الكبير : 3/117)

امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وهذا الذي انكر البُخاريّ على حشرج هذا الحديث .

”حشرج کی اس حدیث پر امام بخاری رحمہ اللہ نے انکار کیا ہے۔“

(الکامل : 373/3)

محدثین تو اس روایت کا ذمہ دار حشرج بن نباتہ کو بتا رہے ہیں، لیکن مہربان ان کے برخلاف سعید بن جمہان کو قصوروار بتا رہے ہیں۔ کیا موصوف کے اصول کے مطابق یہاں یہ نہیں ہوسکتا کہ یہ روایت حشرج کو مردود ذرائع سے پہنچی ہو اور ان کے حافظے نے کوتاہی کی وجہ سے انہیں مردود ذرائع سے سن کر بیان کردیا ہو؟

چوتھی روایت:

قال الإمام أحمد : حدثنا أبو النضر، حدثنا حشرج، حدثني سعيد بن جمهان عن سفينة مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: ألا إنه لم يكن نبي قبلي إلا حذر الدجال أمته، وهو أعور عينه اليسرى، بعينه اليمنى ظفرة غليظة، مكتوب بين عينيه كافر، يخرج معه واديان أحدهما جنة، والآخر نار، فناره جنة وجنته نار، معه ملكان من الملائكة يشبهان نبيين من الأنبياء ، لو شئت سميتهما بأسمائهما وأسماء آبائهما، واحد منهما عن يمينه والآخر عن شماله، وذلك فتنة، فيقول الدجال ألست بربكم؟ ألست أحيي وأميت؟ فيقول له أحد الملكين كذبت ما يسمعه أحد من الناس إلا صاحبه، فيقول له صدقت فيسمعه الناس فيظنون إنما يصدق الدجال، وذلك فتنة،

ثم يسير حتى يأتي المدينة فلا يؤذن له فيها، فيقول: هذه قرية ذلك الرجل، ثم يسير حتى يأتي الشام فيهلكه الله عند عقبة أفيق .

''سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا: خبر دار مجھ سے پہلے ہر نبی نے اپنی امت کو دجال سے ڈرایا ہے وہ بائیں آنکھ سے کانا ہوگا اور دائیں آنکھ میں گوشت کا موٹا ٹکڑا ہوگا اس کی آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہوگا اس کے ساتھ جنت وجہنم کی دو وادیاں ہوں گی اس کی دوزخ حقیقت میں جنت ہوگی اور جنت حقیقت میں اس کی دوزخ ہوگی اس کے ساتھ دو نبیوں کے مشابہ دو فرشتے ہوں گے اگر میں چاہوں تو ان کے نام مع ولدیت بتا سکتا ہوں ایک دائیں اور دوسرا بائیں جانب ہوگا اور یہ ایک آزمائش ہوگی دجال کہے گا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ کیا میں زندگی اور موت نہیں دیتا؟ تو ان دونوں فرشتوں میں سے ایک فرشتہ دجال سے کہے گا کہ تو کذاب ہے تو لوگوں میں سے کوئی بھی اس جملے کو نہیں سن سکے گا سوائے اس کے ساتھی فرشتے کے وہ دوسرے فرشتے کو کہے گا تو نے سچ کہا ہے (کہ دجال نے جھوٹ کہا ہے) تو لوگ یہ جملہ سن کر سمجھیں گے کہ یہ فرشتہ دجال کی باتوں کی تصدیق کر رہا ہے اور یہ لوگوں کے لیے آزمائش ہوگی پھر وہ مدینہ کی طرف آئے گا لیکن اسے داخلے کی اجازت نہیں ملے گی پھر کہے گا کہ یہ اس آدمی کی بستی ہے پھر شام پہنچے گا تو اللہ اس کو عقبہ افیق کے قریب ہلاک کر دے گا۔''

(مسند الإمام أحمد: 21929)

تبصرہ:

یہ بھی حشرج کی منکر روایت ہے۔ سعید بن جمہان کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔

(الكامل في ضعفاء الرجال : 3/373)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ حشرج بن نباتہ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

وذكره ابن عدي في كامله وسرد له عدة أحاديث مناكير وغرائب .

''حشرج بن نباتہ کو ابن عدی نے اپنی (کتاب) الکامل میں ذکر کیا ہے اور اس کی کئی ایک منکر و غریب احادیث بیان کی ہیں۔''(میزان الاعتدال :1/551)

اور ان منکر روایات میں زیر بحث روایت بھی ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وإسناده لا بأس به، ولكن في متنه غرابة ونكارة، فالله أعلم .

''اس کی سند میں کوئی حرج نہیں، لیکن اس کے متن میں غرابت و نکارت ہے واللہ اعلم۔''(البداية والنهاية : 19/163)

عرض ہے کہ یہ منکر باتیں بیان کرنے والا حشرج بن نباتہ ہی ہے۔

موصوف لکھتے ہیں:

''اگر کوئی شخص سعید بن جمہان کے تفرد کی حقیقت سامنے آ جانے کے بعد بھی محض ظاہر پرستی کا ثبوت دیتے ہوئے ضد کرے کہ سعید بن جمہان مختلف و متکلم فیہ ہونے کے باوجود بھی جب صدوق و ثقہ ہے تو اس کی روایت قابل قبول ہے....''

عرض ہے کہ جن کبار محدثین نے حدیث سفینہ کو قابل حجت قرار دیا ہے اور امام ساجی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اکثر اہل علم و فضل کا اسی حدیث کے مطابق مذہب ہے، جیسا کہ با حوالہ گزر چکا ہے کیا یہ سب ظاہر پرست ہیں؟!!!

ہمارے مہربان لکھتے ہیں:

''جس طرح امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور کو بعض علماء نے ملوکیت کا دور قرار دیا ہے

اسی طرح علی رضی اللہ عنہ کے دور سے متعلق بھی ایک صحابی کا یہ بیان ملتا ہے کہ انہوں نے اس دور کو ملوکیت کا بلکہ جبری ملوکیت کا دور قرار دیا ہے چناں چہ امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی ۲۵۶) نے فرمایا:

حدثنا موسٰی قال وهيب عن أيّوب عن أبي قلابة عن أبي الأشْعث كان ثمامة القرشي على صنعاء وله صحبة فلما جاء ه قتل عثمان بكى فأطال وقال اليوم نزعت الخلافة من أمة محمّد صلّى اللّٰه عليه وسلّم وصارت ملكا وجبرية من غلب على شيء أكله. [التاريخ الاوسط للبخاري،ن الرشد: ١/٦٦٠واسناده صحيح على شرط مسلم]

ابوالاشعث روایت کرتے ہیں کہ صحابی رسول ثمامہ القرشی رضی اللہ عنہ صنعاء میں تھے، انہیں جب عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر ملی تو رو پڑے اور دیر تک روئے پھر فرمایا: آج امت محمدیہ سے خلافت لے لی گئی ہے اور اب جبری خلافت کا دور شروع ہوگیا ہے جو جس چیز پر غلبہ پائے اسے کھا جائے۔“

ہمارے محترم اس اثر کے بارے لکھتے ہیں:

”ہماری نظر میں علی رضی اللہ عنہ کے دور سے متعلق بھی یہ روایت اسی طرح ضعیف ہے جس طرح امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور کو ملوکیت بتانے والی روایت ضعیف ہے۔“

جب صحابی کا اثر موصوف کے نزدیک ضعیف ہے تو اس سے استدلال بھی ضعیف ہے۔ پھر اس اثر میں ایسا کوئی ذکر نہیں جس میں صحابی نے بصراحت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دور کو جبری ملوکیت کا دور قرار دیا ہو۔ بات صرف اتنی تھی کہ سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما کی شہادت کے حالات اشارہ کررہے تھے کہ باغی اور فتنہ پرور لوگ شاید ملوکیت و جبریت نافذ کرنے

میں کامیاب ہو جائیں گے، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے فوری بعد اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلافت پر متمکن ہونے سے پہلے حالات کو دیکھ کر صحابی نے یہ الفاظ کہے، لیکن اللہ کا کرنا یہ ہوا کہ مفسدوں کا یہ خواب کافی عرصہ پورا نہ ہو سکا۔

اس سے نہ تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر کوئی حرف آتا ہے، نہ اس بنا پر اس اثر کو ضعیف و منکر کہنے کی کوئی عقلی وجہ ہے۔

خلاصہ

کبار ائمہ فن ناقدین متقدمین محدثین و متاخرین کے نزدیک حدیث سفینہ صحیح ہے، لہٰذا ان کے مقابلہ میں دو تین متاخرین کا حدیث سفینہ کو ضعیف کہنا اصولاً درست نہیں۔